ماہنامہ

بابِ دُعا

آن لائن میگزین اینڈ بکس

شمارہ نمبر 64
اکتوبر 2023

علم و ہنر سے لوح و قلم سے ہو روشنی
بابِ دُعا کھلا ہے ہمارے ہی واسطے

مدیرہ: دعا علی

www.duaalipoetry.com
duaali.poet@gmail.com

DUA ALI POETRY

DUA ALI POETRY

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے

مدیرہ: دعا علی

علم وہنر سے لوح و قلم سے ہو روشنی
بابِ دعا کھلا ہے ہمارے ہی واسطے

شمارہ نمبر 64
اکتوبر 2023

آن لائن کتابوں کی فہرست

باب دعا
آن لائن میگزین اینڈ بکس
مدیرہ: دعا علی

فہرست

السلام علیکم احباب گرامی!

سوچا تو یہی تھا کہ اب میگزین کو جاری نہیں رکھ سکوں گی مگر شاہین زیدی صاحبہ کے بقول دعا علی بہت محنت کی ہے اسے چار چاند لگانے میں اب اسے مت رائیگاں جانے دیجیے بلکہ میرا مشورہ ہے کہ میگزین کو کبھی بھی بند مت کیجیے گا سو شاہین زیدی صاحبہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے میگزین کا سلسلہ ان شاءاللہ حسب سابق یونہی چلتا رہے گا امید واثق ہے کہ پچھلے شماروں کی طرح اس شمارے کو بھی آپ پذیرائی بخشیں گے

آپ سب کی دعاوں کی طلبگار

دعا علی

غزل (حسن عباس رضا)

ترے دنوں کو شبِ ہجر کی بلا لگ جائے
مری دعا ہے ، تجھے اپنی بد دعا لگ جائے

کبھی وصال کا سپنا بھی تو نہ دیکھ سکے
کہ تیری آنکھ کو ایک ایسا رتجگا لگ جائے

ترا وجود بھی ہو جائے مثلِ سنگِ سیاہ
تجھے بھی شہرِ طلسمات کی ہوا لگ جائے

مجھے یقیں ہے کہ اک میں ہی تیرا آئینہ ہوں
جو سامنے سے ہٹوں، تو تجھے برا لگ جائے

تری سمجھ میں بھی آجائے ہجر کا مفہوم
ترے بھی نام کے آخر اگر رضا لگ جائے

☆☆☆

غزل (انجم جاوید)

تیر بن کر کمان تک پہنچی
بات دل کی زبان تک پہنچی

بات چاہت کی تھی کہ نفرت کی
یہ انا کی چٹان تک پہنچی

بات دونوں کے درمیاں تھی جب
کیسے اہلِ جہان تک پہنچی

وہ ہوا کی مثال چپکے سے
میرے دل کے مکان تک پہنچی

کوئی شکل وصال ہے ممکن ؟
خواہشِ دل زبان تک پہنچی

تتلی رقصاں کہ سوچ تھی رقصاں
جو پری کی اڑان تک پہنچی

عشق کی داستاں بھی مثل دھواں
پھیل کر آسمان تک پہنچی

آخرِ کار داستاں انجم
کچھ یقیں کچھ گمان تک پہنچی

☆☆☆

غزل (عزیز عادل)

ٹھہروں کہ لوٹ جاؤں؟ عجب کشمکش میں ہوں
اے کارگاہِ عیش و طرب! کشمکش میں ہوں

لعلِ نظر پہ اشک ابھرنے کا انت ہے
اس رنگِ بے حسی پہ غضب کشمکش میں ہوں

رخشِ خیالِ حسنِ طرب خیز کا سوار
آئینہ زار، عکسِ ادب، کشمکش میں ہوں

پہلے بھی ایک شخص سے الفت رہی تھی اور
رخصت ہوئی تھی دل سے طلب، کشمکش میں ہوں

ایسا نہیں کہ تیری تسلی ہے، مجھ کو روک
میں اپنی بے بسی کے سبب کشمکش میں ہوں

عادل فضائے شہر اداسی کی زد میں ہے
چھیڑوں نہ چھیڑوں سازِ طرب، کشمکش میں ہوں

☆☆☆

غزل (سردار محمد شمیم

ہو گئے ویراں وطن کے شہر و بن اور کاخ و کُو
تیرگی ہے رقص میں اب یم بہ یم اور جُو بہ جُو
قمقمے تاریک ہیں، بے کیف پروین و قمر
نور کا ہر گز نہیں کوئی طریقہ چار سُو
اہلِ مسند ؟ آہ ، بے چارے بہت مصروف ہیں
ان کو دیتی ہے کہاں فرصت مےءِ ہنگامہ خُو
مجھ کو کھا جائیں مبادا میرے ویراں روز و شب
اور کھو جائے کہیں میرا جہانِ رنگ و بُو
جا، خدارا ڈھونڈ کر لے آ کہیں سے اک چراغ
"دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تُو"

☆☆☆

غزل (حبیب الرحمٰن حبیب)

ہاتھوں میں پنسل ہوتی تھی کاندھوں پر بستے دیکھے تھے
جو دھول بنے ہیں گلیوں کی وہ پھول بھی ہنستے دیکھے تھے

رشتوں کی خواہش زندہ تھی ہر شخص فرشتوں جیسا تھا
اس کوچے میں انسانوں کو انسان ترستے دیکھے تھے

یوں خودداری کے سودے تھے نہ ہی تن ملبوس تھے فاقوں میں
آنکھوں نے ٹکڑے روٹی کے جسموں سے سستے دیکھے تھے

قسمت کی آنکھ بدلنے سے پہلے ہر لب پر لالی تھی
اس ماتم زار گھرانے نے خوشیوں کے دستے دیکھے تھے

اک عمر رسیدہ بے منزل پاگل سے شخص کا کہنا ہے
اس دھرتی پر بھی خوشحالی کے ابر برستے دیکھتے تھے

احباب قصیدے پڑھتے تھے میں سب آنکھوں کا تارا تھا
رب شاہد ہے یاروں نے میرے در کے رستے دیکھے تھے

تھا وقت حبیب اک ایسا بھی ہر شخص تھا شاکر قسمت پر
وہ لوگ کہاں ہیں جو ہم نے ہر حال میں ہنستے دیکھے تھے

☆☆☆

غزل (طارق تاسی)

وہ چارہ گری دل سے کرتا نہیں ہے
کوئی بھی مرا زخم بھرتا نہیں ہے

تری آہیں اس پر اثر کیا کریں گی
جو ظالم خدا سے بھی ڈرتا نہیں ہے

حوادث کی چلتی ہیں سرکش ہوائیں
غنیمت ہے جو تو بکھرتا نہیں ہے

خد و خال اتنے بگاڑے غموں نے
کہ چہرہ ہمارا سنورتا نہیں ہے

شبِ غم اکیلے میں دل ڈوبتا ہے
کوئی نقشِ ماضی ابھرتا نہیں ہے

مسلسل برا وقت چلتا ہی جائے
کسی پل بھی ظالم ٹھہرتا نہیں ہے

وہ مہتاب تالاب میں بھی نہا کر
نجانے کیوں تاسی ، نکھرتا نہیں ہے

☆☆☆

غزل (ثقلین جعفری)

جانِ من ہم نے تجھے خود سے گریزاں دیکھا
اپنے ہی حال سے ہر حال میں نالاں دیکھا

اس قدر تجھ سے محبت ہے کہ ہم کیسے کہیں
جب بھی دیکھا ہے تجھے صورت جاناں دیکھا

تجھ کو خوش دیکھیں تو پھر چین سا آجاتا ہے
پر تجھے خواب میں اس بار پریشاں دیکھا

رات یوں جھیل سی وحشت ہوئی مجھ پر ظاہر
عکس اک ٹوٹے ہوے چاند کا عریاں دیکھا

تیری پرچھائیاں کب تنہا مجھے چھوڑتی ہیں
ہر طرف تیرے ہی ہونے کا ہے امکاں دیکھا

ہم محبت کے مزاروں پہ جلاتے ہیں چراغ
اِس لیے تو نے مرے گھر میں چراغاں دیکھا

تجھ کو معلوم تو ہے لوگ تجھے سوچتے ہیں
ہم نے ثقلین کوئی تجھ سا نہ انساں دیکھا

☆☆☆

غزل (شجاعت علی راہی)

وُہ آئے، بانٹ گئے مہربانیاں کیا کیا
یہاں دلوں میں رہیں بدگمانیاں کیا کیا

میں تیرے بخت پہ حیراں ہوں، مادرِ گیتی
ترے سپرد ہوئی ہیں جوانیاں کیا کیا

پھر ایک روز کہانی میں ڈھل گئے ہم بھی
سنا رہے تھے جہاں کو کہانیاں کیا کیا

اٹھائے پھرتے ہیں عباسِ باوفا کا عَلَم
سنبھال رکھی ہیں ہم نے نشانیاں کیا کیا

روش روش پہ جو لہراتے دیکھے سرخ گلاب
تو یاد آئیں تری گُل فشانیاں کیا کیا

کٹھور دل ہے مگر آبشار جیسا ہے
ہیں اس کے لہجے میں جادو بیانیاں کیا کیا

☆☆☆

غزل (ثاقب تبسم ثاقب)

اک اجنبی ہے مرا اس سے واسطہ بھی نہیں
مگر یہ کیا کہ کسی لمحے بھولتا بھی نہیں

فراقِ یار کا احساس ڈس رہا ہے مجھے
میں سو بھی نہیں سکتا اور جاگتا بھی نہیں

تمھاری پیاس بجھانے کو خارزارِ جنوں
ہمارے پاؤں کے تلووں میں آبلہ بھی نہیں

بجا کہ آپ کے شایاں نہیں ہے ذات مری
بصد خلوص جو دیکھو تو پھر برا بھی نہیں

کہیں پہ رات بھی روشن ہوئی ہے دن کی طرح
کہیں پہ دن ہے مگر ان کی رات سا بھی نہیں

بھلا ہوا کہ سرِ بزم گفتگو نہ ہوئی
انھیں میں دیکھ سکوں اتنا حوصلہ بھی نہیں

میں سہہ رہا ہوں زمانے کی گرم سرد سبھی
مگر اے ثاقب کوئی مجھ کو پوچھتا بھی نہیں

☆☆☆

غزل (امین اوڈیرائی)

محفل میں رفتگاں کی ہوئی بات دیر تک
آنکھوں سے کھیلتی رہی برسات دیر تک

پہلے تو اس نے خوب رُلایا پھر اس کے بعد
مجھ سے لپٹ کے روتی رہی رات دیر تک

کوئی انا کو اوڑھ کے بھوکا ہی سو گیا
بانٹی کسی نے شہر میں خیرات دیر تک

پڑھنے کو مل سکی نہ کوئی داستانِ عشق
پلٹے کتابِ زیست کے صفحات دیر تک

آ کر مکانِ دل میں ستاتے ہیں روز و شب
مجھ کو تمھاری یاد کے جنّات دیر تک

آئی تھی زندگی بھی مقابل مرے امین
لیکن مجھے وہ دے نہ سکی مات دیر تک

☆☆☆

غزل (عاطف کمال رانا)

اس کی آنکھوں میں دو گھڑی کے لئے
مست ہوتا ہوں بانسری کے لئے

عشق تیار ہے کہ آپ کے پاس
آگ تو ہوگی پھلجھڑی کے لئے

سارا جھگڑا ہے گھر سے جانے کا
ایک تقریبِ ملتوی کے لئے

میرا الٹا حساب ہے شاید
پیچھے چلتا ہوں برتری کے لئے

یار نے قہقہہ لگایا ہے
بند کمرے میں روشنی کے لئے

کوئی اڑتا ہے دو پروں کے بغیر
کوئی پیدل ہے پالکی کے لئے

ورنہ میں گھر میں سب سے چھوٹا تھا
شعر چھوٹا قد آوری کے لئے

☆☆☆

غزل (عابد معروف مغل)

لوگ ایسا بھی کیا سمجھتے ہیں
خواب کا زائچہ سمجھتے ہیں

ایک دن آپ کو رلاؤں گا
آپ خود کو خدا سمجھتے ہیں

حاکمِ وقت کو بتا دیجیے
ہم بھی اچھا برا سمجھتے ہیں

ایک تمثیل ہے محبت کی
آپ دنیا کو کیا سمجھتے ہیں

جس نے دیکھی نہیں ریاضت وہ
پیار کو حادثہ سمجھتے ہیں

جس کی عابد سمجھ نہیں آتی
بات وہ بارہا سمجھتے ہیں

☆☆☆

غزل (ڈاکٹر انیس الرحمٰن)

پھیلی ہر ایک سَمت ہیں رعنائیاں بہت
پھیکی گھروں کی کیوں ہیں پھر انگنائیاں بہت

وحشت زدہ یہ شہر حسیں کیسے ہو گیا
رونق بھی تھی اور بجتی تھیں شہنائیاں بہت

دیتے پھرے دروں پہ وہی خالی دستکیں
رکھتے تھے شہر میں جو شناسائیاں بہت

نظمیں، کتابیں، غزلیں پڑھیں اس کی، تو لگا
ڈستی ہیں اس کو کمرے کی تنہائیاں بہت

کیا کیا حسین لوگ بسا کرتے تھے یہاں
آنکھوں میں بَس اب رہ گئیں پرچھائیاں بہت

کتنے دبے دبے سے ہیں لہجے سبھی کے اب
پہلی سی گھن گرج، نہ توانائیاں بہت

کب ایک سا رَہا ہے کوئی دَور بھی انیس
دیکھی ہیں ہم نے وقت کی انگڑائیاں بہت

☆☆☆

اکمل حنیف

تم کو دکھائی دیتا ہے اک پیڑ کٹ گیا
ورثے کا گھر مگر کئی حصوں میں بٹ گیا

کل شب کسی کی یاد میں رویا میں اِس قدر
پھر مجھ سے کوئی خواب میں آ کر لپٹ گیا

اُس خوش بدن کو جاتا ہوا دیکھنے کے بعد
سارے جہاں کا دکھ مرے دل میں سمٹ گیا

چاہا تھا اُس کی یاد کو دل سے نکال دوں
لیکن مرے خلاف مرا دل ہی ڈٹ گیا

لرزے ہیں گھر کے سامنے میرے نحیف ہاتھ
ہائے یہ کس مقام پہ کاسہ اُلٹ گیا

اک دوسرے کی موت پہ ہونا تھا فیصلہ
دکھ سوچ کر یتیمی کے میں پیچھے ہٹ گیا

اکمل مری وفات پہ آنسو بہاؤ مت
اپنے خدا کے پاس ہوں واپس پلٹ گیا

☆☆☆

غزل (انور زیب انور)

جو ہوتی آپ کی اس دل کو آج دید نہیں
زمانہ کہتا رہے پھر بھی اپنی عید نہیں

قیامِ صدق پہ سولی چڑھاتے آئے ہو
یہ جبر سہتے رہے ہم یہ اب مزید نہیں

بہت ہی جان چکے دوست تیرے باطن کو
کسی اچھائی کی اب کوئی بھی اُمید نہیں

یہ جبر کرنا غریبوں کو نوچ کھانا ترا
نہیں تُو مومن بھی گر تُو جو یزید نہیں

ہمیشہ سچ ہی لکھا حق بلند کرتا رہا
کلامِ زیّب کو کہتے ہیں کیوں مفید نہیں

☆☆☆

شہاب اللہ شہاب

کسی حسین پہ نظریں جما کے چائے پی
جو دل کہے تو ذرا مسکرا کے چائے پی
مرے لبوں پہ ابھی تک جمی ہے وہ لذت
کہا جو تم نے لبوں کو ملا کے چائے پی
بھری ہوئی جو صراحی ہے سامنے رکھی
ذرا ذرا سی وہاں سے ملا کے چائے پی

کہا جو چائے کا تو وہ تنک کے کہنے لگا
مرے لہو کو اگن پر چڑھا کے چائے پی
پلک جھپکتے جو آنکھوں سے دور جاتا ہے
اسے بھی پلکوں پہ جھولا جھلا کے چائے پی
مچل رہی ہے جو مدت سے تیرے سینے میں
اس آرزو کو دروں تو دبا کے چائے پی
بڑے بخیل ہیں تیرے نگر کے لوگ شہاب
جو کہہ رہے ہیں کہ پانی ملا کے چائے پی

☆☆☆

غزل (ابراہیم شوبی)

اِسطرح سے مت ستایا کیجئے
روٹھ جاؤں تو منایا کیجئے

دُور جن کا ربط ہو تعبیر سے
خواب ایسے مت دکھایا کیجئے

دُکھ بیاں کرتا ہے چہرہ آپکا
درد میں بھی مُسکرایا کیجئے

گر حقیقت میں نہیں آ سکتے آپ
" کم سے کم خوابوں میں آیا کیجئے"

ہجر کا عالم گزارا آپ نے
کیا گزرتی ہے بتایا کیجئے

ایک یہ بھی التجا ہے آپ سے
اپنے وعدے کو نبھایا کیجئے

کہہ دو شوبی قیمتی ہیں یہ بہت
اپنے آنسو مت بہایا کیجئے

☆☆☆

اعظم سہیل ہارون

کچھ نئے زخم وہ لگائے گا
پھر مجھے خود ہی بھول جائے گا

شوق ہے اس کو بھی مصوری کا
میرا چہرہ کبھی بنائے گا

ہاتھ جس کے فضا زمانے کی
مجھ کو اڑنا وہی سکھائے گا

آنسوؤں سے کہے گا دل کی بات
حال اپنا مجھے سنائے گا

میں گھڑی پل کو رک گیا تو پھر
ہاتھ سے وقت چلتا جائے گا

اب نہیں اعتماد موجوں پر
اب کے دریا مجھے بہائے گا

مر گیا تیری یاد میں اعظم
یاد کیسے اسے وہ آئے گا

☆☆☆

بابر الیاس

سنگ دل شخص کی تحویل میں رکھا ہوا ہے
دل مرا ہجر کی زنبیل میں رکھا ہوا ہے

میری آنکھوں میں نہ اس پیار سے جھانکو قاصد
کیا مرے درد کی تفصیل میں رکھا ہوا ہے

ذائقہ حسن ، جوانی کا سنو اے یارو
شہد اور دودھ کی اک جھیل میں رکھا ہوا ہے

وہ جو ہنس دے تو فضا نور سے بھر جاتی ہے
ایک شعلہ ہے جو قندیل میں رکھا ہوا ہے

رات دن تیری ہی یادوں میں بسر ہوتے ہیں
ہر گھڑی دل تری تعمیل میں رکھا ہوا ہے

کاش آ جائے سمجھ تجھ کو کتابِ ہستی
اک سبق قصہِ ہابیل میں رکھا ہوا ہے

چاند ادھورا ہے ابھی ' پیار ادھورا ہے ابھی
میرا دیوان بھی تکمیل میں رکھا ہوا ہے

☆☆☆

غزل (حیدر بخاری)

میں کسی وجہ سے اداس ہوں کوئی بات ہے
میں اسی لیے تیرے پاس ہوں کوئی بات ہے
تیرے ماتھے پہ جو لکھا ہوا ہے بتانا ہے
میں تمہارا چہرہ شناس ہوں کوئی بات ہے
وہ جو سورۃ بقرہ میں ذکر آیا لباس کا
میں وہی تمہارا لباس ہوں کوئی بات ہے
تو میری وفا پہ یقیں رکھ میری بات سن
میں مرید غازی عباس ہوں کوئی بات ہے
کرو شکر کہ تمہیں راس آیا ہوا ہوں میں
کہاں ہر کسی کو میں راس ہوں کوئی بات ہے
یہ محبتیں نہیں عمر کے فرق دیکھتیں
وہ ہے تیس اور میں پچاس ہوں کوئی بات ہے
کہاں عشق ہم نے چھپایا ہے میرے دوستو
وہ ہے پارو میں دیوداس ہوں کوئی بات ہے

☆☆☆

غزل (اشفاق احمد صائم)

حُسنِ غزل کی بات ہو معیار لفظ ہوں
بُنَّت ہو اِس طرح کہ جگر پار لفظ ہوں

آنکھوں کے واسطے بھی کوئی خواب ہو کہیں
کشکولِ دل کے واسطے دو چار لفظ ہوں

تم چپ ہوئے تو زخم بھی پھر سے ہرے ہوئے
بولا تھا میں نے تم کو ، لگا تار لفظ ہوں

گر ہم کبھی جو صبر کی چوکھٹ پہ آ گئے
سو بار پھر دلاسہ ہو ، سو بار لفظ ہوں

اب تم بتاؤ گے اُنہیں اندازِ شاعری ؟
آنکھیں ہوں جن کی قافیے، رخسار لفظ ہوں

بس دیکھتا رہا مجھے بولا وہ کچھ نہیں
یوں لگ رہا تھا جیسے کہ درکار لفظ ہوں

حسرت ہے یہ کبھی کہ ہوں خاموشیاں فقط
ہوتی ہے آرزو کبھی ، بس یار لفظ ہوں

گُفت و شنید ایسی ہو مرہم لگے زباں
باتیں ہوں پھول جیسی تو غمخوار لفظ ہوں

اشکوں میں بہتے غم کو کبھی ڈھونڈ لیجئیے
ممکن نہیں ہے یار کہ ہر بار لفظ ہوں

☆☆☆

محمد فاروق خان جرال

سوچ نگر میں بسنے والا من مندر تک آ پہنچا ہے
یعنی بھولا بھٹکا راہی اپنے گھر تک آ پہنچا ہے

کیسے جانے دوں میں اس کو لیلی سب سے یہ کہتی ہے
پتھر سارے شہر کے کھا کر اب جو در تک آ پہنچا ہے

چاہت میں جاں دے دینے کا جذبہ تو اب بھی باقی ہے
سوہنی سے آغاز تھا جس کا روپ کنور تک آ پہنچا ہے

جس کو لب پر لاتے لاتے ایک زمانہ بیت گیا تھا
اب وہ لفظ نہ جانے کیسے چشم و نظر تک آ پہنچا ہے

ڈوب رہا ہے ہر اک بندہ حرص وہوا کے ریلے میں اب
جو پانی تھا گھٹنوں گھٹنوں اب وہ سر تک آ پہنچا ہے

غزل (غلام منور)

عاشق ہوں باوفا ہوں مجھے مار دیجیے
میں عشق کر رہا ہوں مجھے مار دیجیے

اپنے کیے ستم کو میں تسلیم کرتا ہوں
صادق سا ہو گیا ہوں مجھے مار دیجیے

جس نے مجھے سنوارا اسی نے اجاڑا ہے
کتنا بکھر گیا ہوں مجھے مار دیجیے

زنجیر عشق نے کیا زخمی حیات کو
لاچار ہو گیا ہوں مجھے مار دیجیے

ہر غم زدہ کے غم کو میں اپنا سمجھتا ہوں
غم خوار ہو گیا ہوں مجھے مار دیجیے

صوفی فقیر مولوی سنت سادھو پارسا
میں سب کو جانتا ہوں مجھے مار دیجیے

افسوس اب جہاں سے وفا کوچ کر گئی
اب مرنا چاہتا ہوں مجھے مار دیجیے

☆☆☆

غزل (فوزیہ سعدی)

کسی سے بھی عداوت تو نہیں ہے
مجھے کوئی رقابت تو نہیں ہے
ترے بن میں نہیں کامل وگرنہ
مجھے تیری ضرورت تو نہیں ہے
میرے حصے کا غم مجھ کو ملے گا
مجھے تجھ سے شکایت تو نہیں ہے
متاع درد میں لطف دل کا
سکوں سے مجھ کو راحت تو نہیں ہے
مری تہہ کو بھی پا کر بے خیالی
مری جاں یہ قناعت تو نہیں ہے
کسی کا پیار حاصل کر نہ پاؤں
بری اتنی بھی قسمت تو نہیں ہے
وہ کتراتا ہے مجھ سے اس قدر کیوں
اسے مجھ سے محبت تو نہیں ہے؟

☆☆☆

غزل (ثاقب سیال)

تمھارا پھول سا چہرہ کبھی نہ بھول پاؤں میں
بھلانے کی کسی کوشش میں جاناں مر نہ جاؤں میں

دُکھایا ہے مرا یہ دل زمانے نے مرے ہمدم
یہ اپنا دکھ بھرا قصہ بتا کس کو سناؤں میں

کوئی عامل جو ہو کامل نہیں ملتا زمانے میں
بتا اے ہم سفر میرے کسے رہبر بناؤں میں

دا ظالم نگہ ظالم سراپا بے وفا ظالم
تو پھر تم ہی بتاؤ سب نظر کیسے ہٹاؤں میں

تڑپتا ہوں سسکتا ہوں میں اب بھی آہیں بھرتا ہوں
دیے ہیں زخم جو تم نے یہ کس کس کو دکھاؤں میں

لکھے ہاتھوں سے تیرے جاں محبت سے بھرے یہ خط
مسلسل دل دکھاتے ہیں بتا کیسے جلاؤں میں

☆☆☆

ازور لون

اکیلا چھوڑے گا جس روز تیرا یار تجھے
قرار آئے گا اس روز بے قرار تجھے

ہمیشہ مجھ کو کدورت سے دیکھنے والے
تجھے پتا نہیں کرتا ہوں کتنا پیار تجھے

میں جتنی دیر نہایا ہوں تیری بارش میں
ہو جانا چاہیے تھا اب مرا بخار تجھے

سناتا پھرتا ہے غیروں کو اس کی تعریفیں
جو اپنے لوگوں میں کرتا نہیں شمار تجھے

وبالِ ہجر سے اک روز جیتنے کے لیے
امیدِ وصل کو رکھنا ہے برقرار تجھے

بروزِ حشر ہے اس کا حساب اے حاکم
دیا ہوا ہے خدا نے جو اقتدار تجھے

ہیں دو ہی راز ترقی کے پہلا ہے محنت
ہے دوسرا یہ کہ کرنا ہے انتظار تجھے

اڑا دو ہنس کے زمانے کی رنجشیں ازور
کبھی جو کرنے لگے کوئی سوگوار تجھے

☆☆☆

غزل (عامر معان

چاند چہرہ اس کو لکھنا اب ستائش ہے ، تو ہے
پھول اس نازک بدن کی گر آرائش ہے ، تو ہے
حسرت ناکام ہی اب حسرت پیہم بنی
اس کو پانے کی مرے دل کی گذارش ہے, تو ہے
یہ زمین و آسماں سنگ سنگ چلیں بچھڑے رہیں
دوریوں میں بھی ملن کی ان میں خواہش ہے، تو ہے
لکھ رہا ہوں زندگی کے سارے نشتر ایک ساتھ
یہ اگر زخموں کی اپنے اک نمائش ہے ، تو ہے
مان یا نہ مان اب یہ گھر تمھارا ہو گیا
اے حسیں اس دل میں تیری اب رہائش ہے، تو ہے
ہر گھڑی وہ سامنے بیٹھا رہے، دیدار ہو
میری آنکھوں کی اگر چھوٹی سی خواہش ہے، تو ہے
ہے رقیب رو سیاہ جو سنگ میرے یار کے
یہ دل معصوم کی گر آزمائش ہے ، تو ہے

☆☆☆

غزل (سیدہ فرح شاہ)

کب تک فرح اٹھائے پھروں بارِ خستگی
دیوارِ خستگی ہوں میں دیوارِ خستگی

سجنے لگا ہے دل کے دریچوں میں جا بجا
پیہم غمِ فراق سے بازارِ خستگی

عنقا ہے مدعا تو کہیں منجمد حروف
یہ خامشی ہے اصل میں اظہارِ خستگی

گہنا دیا ہے ہجر نے سارے وجود کو
دیمک زدہ بدن ہے سزاوارِ خستگی

کب تک سنبھالا دیتی رہوں گی میں ضبط کو
کب تک فرح جیئے گا یہ بیمارِ خستگی

☆☆☆

غزل (علی راحل)

فراقِ یار میں ہر پَل ہماری آنکھ روتی ہے
وفاؤں کا ملا یہ پَھل ہماری آنکھ روتی ہے

تمہارے قرب میں جتنے کبھی ہم نے گزارے تھے
وہ اکثر یاد آئیں پَل ہماری آنکھ روتی ہے

چلی آتی ہے دَوڑی ہی گلے ملنے کو ساحِل سے
کوئی دیوانی پگلی چَھل ہماری آنکھ روتی ہے

نِگل جاتی ہے روزانہ ہمیں بے رحم ظالم جب
تمہاری سوچ کی دَلدَل ہماری آنکھ روتی ہے

کہا جب بھی اُسے ہم نے، کہ آ جاؤ ہمیں ملنے
کہا اس نے ہمیشہ کَل ہماری آنکھ روتی ہے

رکھو تم باندھ کر اپنے خیالوں کو مری جاناں
کہ اِن سے ہوتی ہے ہلچل ہماری آنکھ روتی ہے

کسی کی یادِ میں رَاحِلؔ کوئی دِل کھول کر رَویا
کہ صحرا ہو گیا جَل تَھل ہماری آنکھ روتی ہے

☆☆☆

غزل (میم عین لاڈلہ)

کلمۂ کفر سے ہے مرتد آج
حد سے گزرا ہے جو بھی بے حد آج

ظلم کرتا ہے وہ غریبوں پر
ہیں خفا جس سے لوگ بے حد آج

ہم محبت میں جیتے مرتے ہیں
روک پائے نہ کوئی سرحد آج

جو بھی کرتے ہیں قوم کی خدمت
ساتھ رکھتے ہیں وہ بھی مقصد آج

ہم بٹھاتے ہیں جن کو پلکوں پر
سونپ دیتے ہیں ان کو مسند آج

تم شہادت سے کیا ڈراتے ہو؟
آ دکھا دوں تمہیں بھی مشہد آج

لاڈلہ ہے وہی نشانے پر
کوئی احمد ہو کہ محمد آج

☆☆☆

غزل (بی ایم خان مَعالے اچلپوری)

سورج کو آتا دیکھ خرافاتی ڈر گئے
ارمان تیرگی کے ہوا میں بکھر گئے

کرنوں نے بخشی جان، کھِلے شاخوں پر گلاب
موسم ہوا جوان نظارے سنور گئے

حسرت سے ڈھونڈتی ہیں انہیں نظریں چار سو
"کچھ لوگ آس پاس تھے جانے کدھر گئے"

رندوں پہ ڈالی ساقی نے اٹھلا کے جب نظر
خالی تھے جتنے ہاتھوں میں سب جام بھر گئے

طوفان آیا جڑ سے ہوا نے اکھاڑے پیڑ
بستی میں سب کسانوں کے چہرے اتر گئے

وہ فعل جس سے پہنچی کئی بار دل کو چوٹ
احباب دوستی میں بنا عذر کر گئے

شبنم گری مَعالے، صبا لائیں مستیاں
مارے خوشی کے پھولوں کے چہرے نکھر گئے

☆☆☆

شگفتہ نعیم ہاشمی

یہ طُرفہ تماشہ بھی کیا خوب رہا ہے
ہر درد مرے قلب سے منسوب رہا ہے

اور دیکھ کے جس شخص کو ان دیکھا کیا ہے
ماضی میں کبھی وہ ہمیں محبوب رہا ہے

سودا ہو محبت کا، منافع پہ نظر ہو
یہ طرز عمل عشق میں معیوب رہا ہے

کچھ زرد سا لگتا ہے رخِ شام کو دیکھو
لگتا ہے کہ خورشید کا جی ڈوب رہا ہے

کچھ اس کی عقوبت کا بھی اندازہ لگاؤ
الفاظ کی میخوں سے جو مصلوب رہا ہے

آئی نہ سمجھ ہم کو بیاضِ غم ہستی
مُبہَم ہی سدا اس کا تو اسلوب رہا ہے

اس دیس میں ہر جبر کا لازم ہے پنپنا
جس دیس میں انصاف ہی معتوب رہا ہے

☆☆☆

غزل (سمیر شمس)

گو صحیفے بھی ہیں عالم بھی ہیں معلوم ہیں ہم
پھر بھی نقطے کی طرح لوح پہ معدوم ہیں ہم

تیری خواہش کا جہاں میری ضرورت ہے میاں
ایک قصے میں الگ مقصد و مفہوم ہیں ہم

لفظ لفظ ایک الگ عالمِ عُسرت میں ہیں
غیر آنکھوں میں جدا ہَو کے بھی منظوم ہیں ہم

ہم گرفتانِ شبِ غم سرِ دیوانِ وفا
حرفِ مضروب سے اوراق پہ موہوم ہیں ہم

سانس کا شور تو غیروں کو گوارا نہیں ہے
دوستوں کے لیے تو آج بھی مرحوم ہیں ہم

ہے تجھے نقش نگاری مرے ٹکڑوں کا جڑاؤ
کچھ عجب شکلِ ثوابت سی میں مقسوم ہیں ہم

وقت کی آنچ کا قسمت سے گلہ کیسا سمیرؔ
پیڑ کے ہوتے ہوئے سائے سے محروم ہیں ہم

☆☆☆

غزل (اختر چیمہ)

جو کسی کوہ گراں سے نہیں ٹکرا سکتا
وہ کبھی منزل مقصود نہیں پا سکتا

تیرے وعدوں کے کھلونوں کو سنبھالوں کب تک
دل سرابوں سے مسلسل نہیں بہلا سکتا

مجھ سے ملنے کے لیے گاؤں ہی آنا ہو گا
میں ترے واسطے لاہور نہیں آ سکتا

کس طرح اس کی محبت پہ بھروسا کر لوں
جو مری سالگرہ پر بھی نہیں آ سکتا

گو ترے نخرے اذیت کا سبب ہیں لیکن
اب کوئی تیری جگہ اور نہیں آ سکتا

تو نے جو زخم دیے تیری خوشی ہے لیکن
میں تجھے پل کے لیے بھی نہیں تڑپا سکتا

ضابطے شہر منافق کے عجب ہیں اختر
جیتے جی چین کوئی شخص نہیں پا سکتا

☆☆☆